فکر اقبال اور تہذیبی مباحث

استفسارات

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

(گذشتہ سے پیوستہ)

استفسار

السلام علیکم

علامہ محمد اقبال ہماری تاریخ کی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے غیر معمولی کردار کے باعث ہم بطور قوم ان کے مرہون منت ہیں۔ میرا طالب علمانہ تاثر یہ ہے کہ علامہ محمد اقبال کی فکری رہنمائی خصوصاً ۱۹۳۰ء میں ان کا دیا جانے والا خطبہ الہ آباد ہماری جدوجہد آزادی کا وہ مرحلہ ہے جس کے بغیر ہماری جدوجہد آزادی کی کامیابی کا کوئی تصور ممکن نہیں تھا۔ لیکن میڈیا میں ایسے مباحث سننے اور پڑھنے کو ملتے ہیں کہ جدوجہد آزادی کے دوران ہندوستان کے کئی دوسرے رہنما مثلاً ابوالکلام آزاد مسلمانوں کی آزادی کے لیے ایسی تجاویز بھی دے رہے تھے جو کانگریس کے لئے زیادہ قابل قبول اور مسلمانوں کے لیے زیادہ سودمند تھیں۔ علامہ اقبال کی فکری راہنمائی جو جدوجہد آزادی کے دوران مسلمانوں کو میسر تھی کے تناظر میں اس اعتراض کے بارے میں رہنمائی عنایت فرمائیں۔

حمزہ منیب
بی ایس سی ایس، نیشنل کالج،
بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، لاہور

جواب:

مسلمانان ہند کی جدوجہد آزادی اور آزاد مملکت کے حصول کے لیے کی جانے والی کوششیں علامہ اقبال کی فکری راہنمائی اور قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی بصیرت اور بروقت درست فیصلوں کی وجہ سے کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ جہدوجہد آزادی کے سفر میں علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کی مرکزی حیثیت ہے۔

کیونکہ خطبہ الہ آباد نے ہی مسلمانوں کی جہد و جہد آزادی کو سمت دی اور ان کے لیے منزل کا تعین کیا۔ ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ، خطبہ الہ آباد، کو ایک رہنما دستاویز کی حیثیت سے اختیار کر لیا۔ جب ۱۹۴۴ء میں حیدرآباد دکن کے انعام اللہ خان نے خطبہ الہ آباد کو شائع کروا کر عام کرنے کا آغاز کیا تو ان کی اس کاوش کی تحسین کرتے ہوئے قائداعظم نے انھیں کو ۱۶ر مئی ۱۹۴۴ء کو لکھا:

> I am in reciept of your letter of the 9th of May together with a reprint of the Presidential Address of the Late Dr. Sir Muhammad Iqbal which he delivered at the Allahabad session of the All India Muslim League in 1930. You know that since 1929 there was a communion of views between me and the late Dr. Sir Muhammad Iqbal, and he was the one great and outstanding Muslim who gave me every encouragement and stood by me till the last. So, I am glad that you have undertaken to give publicity to his presidential address.[1]

کانگریس کی قیادت من حیث الکل ہندو سیاست کے راستے پر گامزن تھی اور ان کے پیش نظر متحدہ ہندوستان کا مطالبہ بھی ہندو مفادات کے تحفظ کے لیے ہی تھا۔ کانگریس کے قائد مولانا ابوالکلام آزاد نے' جنھیں شاید کانگریس کا طویل ترین مدت تک صدر رہنے کا اعزاز بھی حاصل تھا، اگرچہ کئی مواقع پر ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کے حل کے لیے کئی کوششیں کیں لیکن کانگریس کی ہندو ذہنیت رکھنے والی متعصب قیادت نے نہ صرف ان کوششوں کو ناکام بنایا بلکہ ہندو مفادات کے تحفظ کی خاطر ایسے اقدامات بھی کیے جن سے مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات مزید تنگ ہوا اور ان کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوا۔ چونکہ ابوالکلام آزاد کانگریس کے نظریہ سیاست ہی کو لے کر آگے بڑھ رہے تھے لہٰذا مسلم عوام اور خصوصاً مسلم لیگ کی قیادت ان پر کبھی بھی اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ جب ۱۲ جولائی ۱۹۴۹ء کو مولانا ابوالکلام آزاد نے قائداعظم کے نام ایک تار میں یہ لکھا کہ کیا عارضی حکومتی بندوبست کے لیے مسلم لیگ دوقومی نظریے سے ہٹ کا بھی تعاون کر سکتی ہے تو اس کے جواب میں قائداعظم نے ۱۹ فروری ۱۹۴۱ء کو لکھا کہ آزاد نے کس حیثیت میں ان سے اس سوال کا جواب مانگا ہے کیونکہ وہ کسی لحاظ سے بھی اعتماد کیے جانے کے قابل نہیں۔ لہٰذا وہ ابو الکلام آزاد سے تحریری یا زبانی کسی بھی طرح کا کوئی مکالمہ یا مذاکرات کرنے کے لیے تیار نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اپنی زندگی کا سیاسی سفر اپنی کتاب آزادی ہند (*India Wins Freedom*) میں بیان کر دیا ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی کامیابیوں، جہد و جہد کے مختلف مراحل اور کانگریسی قیادت کے رویوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر آزادی ہند میں کانگریس کے اندر رہتے ہوئے ابوالکلام آزاد کے سیاسی سفر اور جہد و جہد کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کے سامنے آتی ہے کہ کانگریس کی ہندو قیادت

نے ابوالکلام آزاد کے مسلم چہرے کو اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کیا۔ ان کا ہر وہ پلان یا تجویز جو متحدہ ہندوستان کے مفاد میں تھی لیکن کانگریس اسے ہندو مفادات کے خلاف سمجھتی تھی کانگریس کی قیادت نے اسے یکسر نظر انداز کر دیا۔ یہی سبب تھا کہ ابوالکلام آزاد کے سیاسی مقاصد اور ان کا سیاسی نظریہ منزل آفریں نہیں ہو سکا ایک لحاظ سے ابوالکلام آزاد نے آزادیِ ہند لکھ کر کانگریس کے خلاف تاریخی چارج شیٹ قائم کر دی۔

آزادی ہند میں ابوالکلام آزاد نے لکھا کہ ۱۹۳۵ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت جب پہلے انتخابات ہوئے تو ان انتخابات کے نتیجے میں مسلم لیگ کو ہندوستان بھر میں کم و بیش ناکامی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم یو پی مسلم لیگ کو نمایاں کامیابی ملی اور یہاں مسلم لیگ کے سرکردہ ذمہ داران اور قائدین چودھری خلیق الزمان اور نواب اسماعیل خان تھے۔ ۱۹۳۷ء میں وزارتوں کے قیام کے سلسلے میں مختلف سیاسی جماعتوں سے مذاکرات کے لیے ابوالکلام آزاد نے یو پی کا دورہ کیا اور وہاں مسلم لیگ کی مقامی قیادت سے مذاکرات کیے۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ جب یو پی میں وزارت تشکیل دی جائے گی تو اس میں چودھری خلیق الزمان اور نواب اسماعیل خان کو مسلم لیگ کے نمائندوں کے طور پر ضرور شامل کیا جائے گا۔ یعنی اگر سات رکنی وزارت تشکیل دی گئی تو اس میں پانچ ہندو ممبران کے ساتھ مسلم لیگ کے یہ دو ممبران لازماً شامل ہوں گے اور اگر ۹ رکنی وزارت تشکیل دی گئی تو مسلم نمائندگی کا تناسب بڑھا دیا جائے گا۔ یہ معاہدہ طے ہونے کے بعد اس پر چودھری خلیق الزمان، نواب اسماعیل خان اور مولانا ابوالکلام آزاد نے دستخط بھی کر دیے۔ لیکن بعد ازاں نہرو نے اس سے انحراف کیا اور جب وزارت کی تشکیل کا مرحلہ آیا تو مسلم لیگ کو یہ پیغام دیا کہ چودھری خلیق الزمان اور نواب اسماعیل خان میں سے کسی ایک وزارت میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ نے وزارت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ [۲]

مختلف مراحل پر جواہر لال نہرو کے اس طرح کے فیصلوں کے باعث ابوالکلام آزاد نے جواہر لال نہرو کی شخصیت کے اس پہلو پر بھی آزادیِ ہند میں روشنی ڈالی ہے۔ جواہر لال نہرو سے اپنی قربت کو بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے لکھا کہ نہرو خاندان سے میرے تعلقات جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو کے زمانے سے ہیں اور میں ہمیشہ جواہر لال نہرو سے اپنے دوست کے بیٹے کے طور پر ہی سلوک کرتا رہا ہوں لیکن جواہر لال نہرو میں خود پسندی بہت ہے اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کسی اور کو ان سے زیادہ تعاون ملے یا کسی اور کی ان سے زیادہ تعریف کی جائے۔ [۳]

یہی وجہ ہے کہ جب ابوالکلام آزاد نے پنجاب میں خضر حیات کی وزارت بنانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی تو اس پر بھی نہرو نے شدید تنقید کی حالانکہ یہ فیصلہ خود کانگریس کے حق میں تھا۔ [۴]

اور بعد ازاں جب ۱۹۴۲ء میں سر سٹیفورڈ کرپس سے بطور صدر کانگریس ابوالکلام آزاد نے مذاکرات

کرنے تھے تو نہرو نے ورکنگ کمیٹی میں یہ رائے دی کہ مذاکرات صدر کانگریس کی بجائے کانگریس کی ایک ذیلی کمیٹی کرے اور یہ تجویز سابقہ روایت کے بالکل برعکس تھی کیونکہ ہمیشہ اس طرح کے مذاکرات کانگریس کا صدر ہی بطور نمائندہ کانگریس کرتا رہا تھا۔ اب ابوالکلام آزاد کے لیے نہرو کی طرف سے آنے والی یہ تجویز نہ صرف حیرت کا باعث تھی بلکہ پریشانی کا موجب بھی بنی۔ گو ورکنگ کمیٹی میں ہونے والے طویل بحث اور ابوالکلام آزاد کے سخت موقف کی وجہ سے نہرو کی یہ تجویز منظور نہ ہو سکی۔

جب مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء کو لاہور میں ہونے والے اجلاس میں قرارداد لاہور کی صورت میں اپنے لیے ایک الگ مملکت کے حصول کو منزل قرار دے لیا تو مسلم لیگ کے اس مطالبے نے، جسے پوری عوامی تائید بھی حاصل تھی، کانگریس کو بھی اپنے سیاسی پروگرام اور لائحہ عمل پر نظرِ ثانی پر مجبور کر دیا۔ کانگریس کی قیادت ہندوستان کی آزادی کے لیے ایک ایسے حل کی تلاش میں مستعد ہو گئی جو مسلم لیگ کے مطالبے پاکستان کے اثر کو کم کر سکے، ہندوستان کو متحد رکھ سکے، عام مسلمانوں اور عام مسلم قائدین کو بھی مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان سے منحرف کر سکے۔ لہٰذا مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے اثر کو کم کرنے کے لیے کیبنٹ مشن پلان لایا گیا جو فی الاصل مولانا آزاد ہی کے ذہن کی اختراع تھا۔[۵]

لیکن ابوالکلام آزاد کی جدوجہد سے قطع نظر کانگریس کی متعصب ہندو ذہنیت اس پلان کو بھی اپنے مخفی اور مزعومہ مقاصد کے تحت ہی لے کر چل رہی تھی۔ بعد میں ایسے پیدا حالات ہو گئے جس سے کانگریس کا تعصب، بدنیتی اور مستقبل میں سامنے آنے والی مسلم دشمنی کھل کر سامنے آ گئی۔ جدوجہد آزادی کے دوران کئی ایسے مواقع آئے جہاں حالات و واقعات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ جس سے ہندو قیادت کو اپنے مستقبل کے منفی عزائم پر عمل درآمد کرنے کے لیے کھل کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔ کیبنٹ مشن پلان پر مذاکرات شملہ میں ہو رہے تھے لیکن لارڈ ویول کے اصرار پر یہ مذاکرات دہلی منتقل کیے گئے اور دہلی کے گرم موسم کی وجہ سے کسی نتیجے تک نہ پہنچ سکے۔ موسم کی شدت کا یہ عالم تھا کہ لارڈ پیتھک لارنس گرمی کی وجہ سے بیہوش ہو گئے اور خود ابوالکلام آزاد کے لیے وائسرائے کو ائیر کنڈیشنر کا انتظام کرنا پڑا۔[۶]

کیبنٹ مشن پلان کو قبول کرنے کے پیچھے کانگریس کے مخفی مقاصد کا اظہار اس وقت ہوا جب کانگریس کی صدارت نہرو کو سونپی گئی۔ ۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو بمبئی میں کانگریس کی مرکزی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا جس میں کیبنٹ مشن پلان کو منظور کرنے کے بارے میں فیصلہ کیا جانا تھا۔ اس اجلاس میں ہی ۷ جولائی کو نہرو نے ابوالکلام آزاد سے کانگریس کی صدارت کا چارج لیا۔[۷]

جب کانگریس کی مرکزی کونسل نے کیبنٹ مشن پلان کو منظور کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے لیے قرار داد منظور کر لی تو ۱۰ جولائی ۱۹۴۶ء کو ایک پریس کانفرنس میں بمبئی میں نہرو سے اخباری نمائندوں نے سوال کیا

کہ کیا کانگریس نے پلان کو بشمول انٹرم گورنمنٹ کی تشکیل کے جوں کا توں قبول کر لیا ہے۔ اس کے جواب میں نہرو نے کہا جب کانگریس دستور ساز اسمبلی میں داخل ہوگی تو وہ سمجھوتوں سے یکسر آزاد ہوگی اور وہ تمام حالات جو اس وقت رونما ہو سکتے ہیں ان کا سامنا اپنی مرضی کے مطابق کرے گی۔ کانگریس اپنے آپ کو اس کے لیے آزاد سمجھتی ہے کہ اس کے نزدیک جو مناسب ترین صورت حال ہو اس کے مطابق کیبنٹ مشن پلان کو تبدیل کر دے یا اس میں ترمیم کر دے۔[۸]

بطور صدر کانگریس نہرو کا یہ بیان مسلم لیگ کے لیے خطرے کی گھنٹی تھا۔ قائداعظم نے صدر کانگریس کے اس بیان پر سخت احتجاج کیا اور اسے ان تمام طے شدہ معاہدوں اور سمجھوتوں کی خلاف ورزی قرار دیا اور اس پر غور کے لیے بدلتی ہوئی صورتحال میں مسلم لیگ کا لائحہ عمل طے کرنے کے لیے مسلم لیگ کونسل کا ممبئی میں ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء میں اجلاس طلب کر لیا۔ اجلاس میں اس معاملے پر بحث ہوتی رہی اور تین دن بعد مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا کہ کانگریس کے رویئے اور کیبنٹ مشن پلان کے بارے میں اس کی پالیسی سامنے آنے کے بعد مسلم لیگ کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچا کہ وہ کیبنٹ مشن پلان کو مسترد کر دے اور اپنی منزل پاکستان کو قرار دے دے۔ اگر پاکستان کے حصول کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں تو وہ براہ راست اقدام بھی کرے۔ اس کے لیے مسلم لیگ کونسل نے قرارداد منظور کر لی۔[۹]

یہ سب کچھ کانگریس کی توقعات کے خلاف تھا کیونکہ کانگریس یا کانگریس کے صدر نہرو یہ بیان جاری کرتے ہوئے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مسلم لیگ حکمت عملی تبدیل کر کے اتنے انتہائی اقدام کرنے کا فیصلہ کر لے گی۔ لہذا صورتحال کو قابو میں رکھنے کے لیے اور حالات کو اپنے حق میں لانے کے لیے ۱۰ اگست ۱۹۴۶ء کو واردھا میں نہرو کے بیان کے خلاف کانگریس نے قرارداد منظور کی جس میں کیبنٹ مشن پلان کے ساتھ اپنے پرانے موقف کا اعادہ کیا۔[۱۰]

مگر یہ قرارداد اتنی پھسپھسی تھی کہ اس میں نہرو کے بیان کا حوالہ تک نہ دیا گیا جو اس تمام تنازعے کی اصل جڑ تھا۔ قائداعظم نے واردھا میں ۱۰ اگست ۱۹۴۶ء کو منظور کی جانے والی کانگریس کی اس قرارداد پر اعتماد کرنے سے انکار کر دیا اور ۱۶ اگست کو مطالبہ پاکستان منوانے کے لیے راست اقدام کا اعلان کیا۔[۱۱]

یہ اسی راست اقدام کا نتیجہ تھا کہ کانگریس اور انگریز دونوں کو احساس ہو گیا کہ مطالبہ پاکستان صرف مسلم لیگ کی سیاسی قیادت کا مطالبہ نہیں بلکہ مسلمانان ہند کا وہ مطالبہ ہے جس کے لیے وہ کوئی بھی قربانی دے سکتے ہیں۔ نہرو کے کیبنٹ مشن پلان کے بارے میں دیئے جانے والے بیان کے بعد کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی قرارداد کی غیر موثریت، اس کے بارے میں مسلم لیگ کا موقف، قائداعظم کی حکمت عملی اور مسلم لیگ کونسل کی قرارداد کے مطابق قائداعظم کا ۱۶ اگست کو یوم راست اقدام منانے کا فیصلہ کس حد تک

درست تھا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے لکھا آج ۱۰ برس بعد پیچھے مڑ کے دیکھتے ہوئے اب میں تسلیم کرتا ہوں کہ مسٹر جناح نے جو کچھ کہا اس میں زور تھا۔[۱۲]

حالات میں اتنی بڑی تبدیلی ہرگز نہ آتی اگر بطور صدر کانگریس نہرو کے بیان سے کانگریس، خصوصاً کانگریس کی ہندو متعصب قیادت کے عزائم کھل کا سامنے نہ آتے۔ اگرچہ ۱۹۳۷ء کی کانگریس وزارتوں کا رویہ ہی مسلمانوں کو باور کروانے کے لیے کافی تھا کہ اگر ہندو کو متحدہ ہندوستان میں اکثریت کے ساتھ اقتدار مل جاتا ہے تو اس ہندو اکثریتی اقتدار میں مسلمانوں کو حالت زار کیا ہو گی مگر کیبنٹ مشن پلان کے بارے میں نہرو کے عزائم نے اس حقیقت کو ان پر مزید نمایاں کر دیا۔

چونکہ کیبنٹ مشن پلان مولانا ابوالکلام آزاد کی ذہنی اختراع تھا اور وہ اس پلان کے ذریعے ہندوستان کو متحد رکھنے کے خواب دیکھ رہے تھے جب انہوں نے اس خواب کو بکھرتے دیکھا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا جو وہ نہرو کو کانگریس کا صدر بنا کر کر چکے تھے۔ ابوالکلام آزاد کو ۱۹۳۹ء میں کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔[۱۳] کانگریس کا صدر ایک سال کے لیے منتخب کیا جاتا تھا لیکن جنگ کے حالات اور ستیاگری کی تحریک کی وجہ سے ۱۹۴۶ء تک ابوالکلام آزاد کم و بیش سات سال کے لیے کانگریس کے صدر رہے اور جب نئے صدر کے انتخاب کے لیے حالات سازگار ہوئے تو ابوالکلام آزاد نے اپریل ۱۹۴۶ء میں اس کے لیے جواہر لال نہرو کا نام تجویز کیا۔[۱۴] اپنی اس تجویز اور اس کے بعد اس سے آنے والے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے لکھا یہ میری سیاسی زندگی کی شاید سب سے بڑی بھول تھی، میں اپنے کسی فعل پر اتنا پشیمان نہیں ہوا جتنا اس نازک مرحلے پر کانگریس کی صدارت سے اپنا نام واپس لینے کے فیصلے پر۔ یہ ایک ایسی غلطی تھی جسے گاندھی جی کے لفظوں میں ہمالیائی جہات والی غلطی کا نام دے سکتا ہوں۔[۱۵]

حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے مسلم لیگ کو ناکام کرنے اور ہر سطح پر ہندو فوقیت کو قائم رکھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ جب لارڈ ویول نے مڈٹرم حکومت کے قیام کے لیے مختلف جماعتوں سے مذاکرات کا آغاز کیا تو خود برطانوی حکومت کی دی ہوئی شرائط کے مطابق مسلم لیگ کا مطالبہ یہ تھا کہ چونکہ انہوں نے ہی کیبنٹ مشن پلان کو کلی طور پر قبول کیا ہے لہذا حکومت میں شامل ہونے کی یا حکومت بنانے کی دعوت انہیں دی جائے۔ لیکن جب لارڈ ویول نے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کو حکومت بنانے کی دعوت دی تو اس پر مسلم لیگ نے اعتراض بھی کیا تاہم ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو لارڈ ویول کے ساتھ ہونے والی قائد اعظم کی ملاقات میں مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ حکومت میں شامل ہو جائے۔[۱۶] قائداعظم نے مسلم لیگ کے حکومت میں شامل ہونے کے لیے مسلم لیگ کے جن نمائندوں کے نام دیئے ان میں لیاقت علی خان، آئی آئی چندریگر، سردار عبدالرب نشتر، غضنفر علی خان اور جوگندر ناتھ مینڈل شامل تھے۔ لارڈ ویول نے کانگریس

کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ کو محکمہ داخلہ سونپ دے لیکن چونکہ یہ وزارت سردار پٹیل کے پاس تھی لہٰذا سردار پٹیل نے مسلم لیگ کو داخلہ کا محکمہ دینے سے انکار کر دیا۔[۱۷]

کانگریس نے کافی سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو مالیات کا شعبہ دیا جائے اور اس فیصلے کے پیچھے بھی کانگریس کی بدنیتی شامل تھی کیونکہ کانگریس رہنما یہ سمجھتے تھے کہ مالیات کا شعبہ بہت تکنیکی نوعیت کا ہے اور مسلم لیگ کے پاس کوئی ایسا ممبر نہیں جو اسے موثر طور پر سنبھال سکے۔ اگر مسلم لیگ نے مالیات کے شعبے کی تکنیکی مشکلات کا اندازہ کر لیا تو وہ کبھی بھی اس پیشکش کو قبول نہیں کرے گی بلکہ مالیات کی وزارت لینے سے انکار کر دے گی اور اگر مسلم لیگی قائدین ان حالات میں بھی جبکہ ان کے پاس وزارت مالیات کو چلانے کے لیے کوئی فرد موجود نہیں اسے قبول کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بیوقوف بنائیں گے اور دونوں صورتوں میں فائدہ کانگریس کا ہی ہوگا۔[۱۸]

لیکن کانگریس کی توقعات کے بالکل برعکس قائداعظم نے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور مالیات کی ذمہ داری لیاقت علی خان کو سونپ دی۔ لیاقت علی خان نے لارڈ ویول، کانگریسی قائدین اور سابق وزیرِ خزانہ کی مشاورت سے ایسا بجٹ ترتیب دیا جو ہندوستان کی تاریخ میں غریب آدمی کے بجٹ کے نام سے معروف ہوا۔ وہی کانگریس جو اقتدار میں آنے پر سوشلسٹ نظام کے نفاذ اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے وعدے کرتے نہیں تھکتی تھی غریب آدمی کا بجٹ آنے پر آہ و بکا اور چیخ و پکار کرنے لگی کہ اس کے حامی سرمایہ داروں، صنعت کاروں اور تاجروں پر ٹیکسوں کا غیر معمولی بوجھ ڈال دیا گیا ہے اور مسلسل اصرار اور احتجاج کر کے کئی ٹیکسوں کو کانگریس نے کم بھی کروایا۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایک ایسا بجٹ تھا جس میں عام آدمی کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا گیا تھا۔ الغرض بعد میں پیش آنے والے ہر واقعے نے مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان خلیج کو وسیع ہی کیا جس کا سبب کانگریس کی مسلم دشمنی، ہندو کا متعصّبانہ اور تنگ نظری پر مبنی رویہ اور ہندو مفادات کے لیے ہر اصول کو پامال کر دینا تھا اور اس خلیج کا نتیجہ قیامِ پاکستان کی صورت میں سامنے آیا کیونکہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے اتنی دور ہو چکی تھیں اور ان میں عدم اعتماد اس سطح تک بڑھ چکا تھا کہ ہندوستان کی تقسیم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اس مسئلے کے حل کے لیے نہیں بچا۔

جدوجہدِ آزادی کو کانگریس اور مسلم لیگ کے نقطۂ نظر سے مختلف انداز سے لکھا اور بیان کیا گیا لیکن اگر ابوالکلام آزاد کی آزادیِ ہند کی روشنی میں اس دورانیے کا تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت سمجھنے میں کوئی دقت نہیں رہتی کہ ابوالکلام آزاد نے آزادیِ ہند میں بہت سے ایسے واقعات بیان کر دیئے ہیں جو کانگریس کے لیے چارج شیٹ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے اس ہندو تعصب کو کھول کر نمایاں کر دیتے ہیں جو اس وقت

بھی موجود تھا جب وہ مسلمانوں کے حقوق کے محافظ اور ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہونے کے دعویدار تھے اور آج ان کا وہی تعصب اپنی پوری انتہا کو چھو رہا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1- Quaid-i-Azam Papers, National Archives of Pakistan, Islamabad, File.1029-B/250.

۲- مولانا ابوالکلام آزاد، آزادی ہند (*India Wins Freedom* کا اردو ترجمہ)، مرتبہ ہمایوں کبیر، مکتبہ جمال، لاہور، ۲۰۰۳ء۔ص ۲۳۳

۳- ایضاً،ص ۱۸۷۔

۴- ایضاً،ص ۱۸۸-۱۸۹۔

۵- ایضاً،ص ۲۱۶۔

۶- ایضاً،ص ۲۱۲۔

۷- ایضاً،ص ۲۲۳۔

۸- ایضاً،ص ۲۲۵

۹- ایضاً،ص ۲۲۶۔

۱۰- ایضاً،ص ۲۲۸-۲۲۷۔

۱۱- ایضاً،ص ۲۳۰۔

۱۲- ایضاً،ص ۲۵۰۔

۱۳- ایضاً،ص ۲۲۰۔

۱۴- ایضاً،ص ۲۲۱۔

۱۵- ایضاً،ص ۲۲۲-۲۲۱۔

۱۶- ایضاً،ص ۲۳۸۔

۱۷- ایضاً،ص ۲۴۱۔

۱۸- صفحہ نمبر ۲۴۲۔